عہد عثمان رضی اللہ عنہ میں مجلسِ شوریٰ اور حکمتِ عملی

Majlis-e-Shura and Strategy in the Era of Uthman (R.A)

Mian Muhammad Ali Awais
M. Phil Scholar
Riphah International University, Faisalabad
mianaliawais154@gmail.com

Saira Tariq
M. Phil Scholar
G.C. University, Faisalabad
sairatariq1813@gmail.com

ABSTRACT

Islam tells its followers to attain personal well-being through system. Mutual cooperation and counselling is a natural requirement of the society. Counselling is fundamentally contingent on theological, ethical and social principles that are explicitly found in the Holy Book (Quran) and the tradition of Prophet Muhammad (P.B.U.H) (Sunnah). Counselling is an important part for an Islamic society. This Islamic rule of counselling was adopted in the early caliphate. Hazrat Uthman Bin Affan (R.A) was the 3rd caliph of Islam. He was caliph for 12 years. The aim of this paper is to highlight the advisory concepts in the era of Hazrat Uthman Bin Affan (R.A)

Keywords: Islam, Counselling, Advisory, Concepts, Caliphate.

۱۔ ولادت، نام ونسب

حضرت عثمانؓ مکہ میں عام الفیل کے چھ سال بعد پیدا ہوئے۔(۱)

عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب۔(۲)

عبد مناف پر آپؓ کا سلسلہ نسبت رسول اللہ ﷺ کے سلسلہ نسب سے جا ملتا ہے۔

۲۔ کنیت ولقب

”دورِ جاہلیت میں آپؓ کی کنیت ابو عمرو تھی لیکن جب آپؓ کی زوجیت میں رقیہ بنت رسول ﷺ آئیں اور اِن کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام عبد اللہ رکھا گیا۔ اُس وقت

آپؓ نے ابو عبد اللہ کی کنیت اختیار کی اور مسلمانوں نے اِسی کنیت سے آپؓ کو یاد کرنا شروع کر دیا۔"(۳)

آپؓ کے القابات "غنی" اور "ذوالنورین" ہیں۔(۴)

حضرت عثمان کے ذوالنورین کے لقب کے بارے میں علامہ بدرالدین عینی یوں لکھتے ہیں:

"اِس لیے کہ آپؓ کے سوا کوئی ایسا نہیں ہے جس کی زوجیت میں نبی کی دو بیٹیاں آئی ہوں۔"(۵)

اور بعض لوگوں نے یہ وجہ تسمیہ بھی بیان کی ہے:

"آپؓ ہر رات نماز میں کثرت سے تلاوتِ قرآن کرتے تھے چوں کہ قرآن اور قیام اللیل دونوں نور ہیں اِس لیے آپ کو ذوالنورین کہا گیا۔"(۶)

کوئی ایسا معاملہ جس سے متعلق شریعت میں کوئی واضح حکم نہ ہو۔ اِس کے متعلق ماہرین کی رائے لینا اور قرآن و سنت کی روشنی میں ان آراء میں سے بہتر اور مفید رائے پر قوتِ دلیل کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے فیصلہ کرنے کا عمل کا شورائیت کہلاتا ہے۔ مجلسِ شوریٰ کی اہمیت ذیل میں بیان کی گئی ہے۔

مجلسِ شوریٰ کی ضرورت و اہمیت

شوریٰ کے لغوی معنی

شوریٰ کا مادہ لفظ "ش۔و۔ر" ہے۔ اور یہ باب افعال میں "اشار علیہ" سے مشتق اسم ہے۔

۱۔ مفردات القران کے مطابق "شوری" کے معنی ہیں وہ امر جس میں مشورہ کیا جائے۔(۷)

۲۔ مولانا عبد الرشید نعمانی قاضی زین العابدین میرٹھی کی لغات(۸) اور سید فضل الرحمن کی معجم القران کے مطابق شوریٰ کے معنی مشورہ کرنے کے ہیں۔(۹)

۳۔ امام ابن فارسؒ "شوریٰ" کے مفہوم میں لکھتے ہیں کہ

بالعموم مادہ ش۔و۔ر سے بنیادی طور پر دو معنی جاری ہوتے ہیں۔ ایک کسی چیز کو ظاہر کرنا، واضح کرنا اور اس کو پیش کرنا ہے اور دوسرا کسی چیز کو لینا۔

پہلے معنی کی دلیل میں اہل عرب کا یہ قول ہے:

شرت الدابۃ شورا یعنی جب تو کسی جانور کو خریدار کے سامنے پیش کرے مزید یہ کہ جہاں جانوروں کو خریداروں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے وہ جگہ مشوار کہلاتی ہے۔(۱۰)

۴۔ شیخ عبد الرحمن عبد الخالقؒ شوری کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"شوری کی حقیقت کسی مسئلے میں حق بات کے قریب پہنچنے کے لیے اہلِ فن سے کسی رائے کے بارے میں تحقیق کروانا ہے۔"(۱۱)

۵۔ علامہ محمد مرتضیٰ الزبیدیؒ اس لفظ کی لغوی تحقیق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اہل عرب "شار العسل" کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اس کا معنی ہے:

"اس نے شہد کو اس کے چھتوں اور اس کے پائے جانے کی جگہوں سے نکالا۔"(۱۲)

۲۔ شوریٰ کا اصطلاحی معنی و مفہوم

علماء نے "شوریٰ" کی جو تعریفیں کی ہیں ان میں چند ایک اہم تعریفیں مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔ ڈاکٹر مصطفی قطب سانو "شوریٰ" کے اصطلاحی مفہوم کے بارے میں لکھتے ہیں:

"کسی بھی مسئلے کے حل کے لیے مختلف آراء کا تقابل کرنا۔ بعض نے اس کی یہ تعریف کی ہے کہ اس سے مراد مسائل میں سے کسی مسئلے میں اصحاب علم و فضل کی آراء کو جمع کرنا ہے۔ جس میں کتاب و سنت کی کوئی صریح نص وارد نہ ہوئی ہو۔"(۱۳)

اور شوریٰ کی سب سے زیادہ جامع تعریف یہی ہے۔

۲۔ امام ابو بکر ابن العربیؒ نے شوریٰ کا معنی یہ بیان کیا ہے:

"کسی مسئلے میں ایسا اجتماع کہ جس میں ہر شخص دوسرے سے مشورہ کرے اور اپنی رائے کا اظہار کرے۔"(۱۴)

۳۔ امام رازیؒ نے شوری کی تعریف یوں کی ہے کہ

"شوریٰ سے مراد کسی قوم کا باہمی مشورے کے لیے ایک دوسرے کو جمع کرنے کی دعوت دینا ہے۔"(۱۵)

عہدِ عثمانی کی مشاورتی حکمتِ عملی

حضرت عثمانؓ نے جب بیعت کر لی تو آپؓ نے اپنی قوم سے جو پہلا خطاب فرمایا اس میں اپنے حکومتی منہج کو واضح کر دیا اور یہ بات سب سے پہلے کی کہ وہ اپنی حکومت میں کتاب و سنت اور شیخین (ابو بکر و عمرؓ) کی سیرت کا التزام کریں گے۔ مندرجہ ذیل خطبہ سے یہ اہمیت واضح ہوتی ہے۔

ا۔ حضرت عثمانؓ کا پہلا خطاب

حضرت عثمانؓ نے اپنی قوم سے جو پہلا خطاب فرمایا وہ کچھ یوں ہے:

> ”اما بعد (حمد و صلوٰۃ کے بعد)! مجھے خلافت کا مکلف کیا گیا ہے اور میں نے اسے قبول کر لیا ہے۔ خبردار میں بدعتی نہیں بلکہ متبع ہوں۔ آگاہ رہو تمہارے لیے مجھ پر کتاب و سنت کے بعد تین حقوق ہیں۔ اوّل یہ کہ میں اپنے سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کی ان چیزوں میں اتباع کروں جن پر تم نے اجماع کیا ہے اور طریقہ متعین کیا اور تم اور اہلِ خیر نے جو طریقہ متعین کیا ہے وہ تمام لوگوں کے سامنے متعین کر دوں اور دوسرے یہ کہ اپنے ہاتھ کو تم سے روکے رکھوں سوائے یہ کہ تم خود اپنے اوپر سزا کو لازم کر لو، یقیناً دنیا سرسبز و شاداب ہے اور لوگوں کی طرف لپکی ہے اور بہت سے لوگ اس کی طرف مائل ہو چکے ہیں۔ لہٰذا تم دنیا کی طرف نہ مائل ہونا اور نہ اس پر اعتماد کرنا، دنیا قابلِ اعتماد نہیں ہے اور یاد رکھو وہ کسی کو چھوڑنے والی نہیں ہے۔ سوائے یہ کہ جو اس کو خود چھوڑ دے۔“(۱۶)

اس پہلے خطبے سے ہی یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے پہلی بات جو کہی وہ یہی تھی کہ سب سے پہلے کتاب اللہ اس کے بعد سنتِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ان کے لیے قابلِ اتباع ہے اور اس کے بعد انہوں نے اپنے سے پہلے خلفاء کا ذکر کیا کہ اس کے بعد ان کے لیے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کے طریقہ کار کی اتباع ہے۔ اس سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے حضرت عثمان بن عفان جو کہ بذریعہ مشاورت خلیفہ سوم بنے تھے جب ان کے ہاتھ میں خلافت آئی تو انہوں نے بھی قرآن و سنت کے بعد حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی اتباع کرنے کی بات کی یعنی اگر ان تینوں جگہوں سے ان کو کسی مسئلے کا حل نہ ملے تو پھر وہ انہی شیخین (حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ) کے طریقہ کار پر چلیں گے اور ان دونوں خلفاء نے جب بھی کوئی اہم مسئلہ درپیش ہونے پر مجلسِ شوریٰ کا اجلاس طلب کیا تو حضرت عثمانؓ کے اس خطبے سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ان کے اس طریقہ کار پر چلیں گے۔

۲۔ خلافتِ عثمانی میں حکومت کے اصل ماخذ و مصدر

حضرت عثمانؓ نے جیسا کہ اپنے پہلے خطبے میں اعلان کر دیا تھا کہ حکومت کا اصل ماخذ و مصدر کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ اور اس کے بعد شیخین (ابو بکرؓ و عمرؓ) کی اقتداء ہے۔

آپؓ نے فرمایا تھا کہ میں بدعتی نہیں ہوں بلکہ متبع ہوں اور یہ کہ میں ان کی اتباع کروں جو مجھ سے پہلے گزرے ہیں جس پر تم نے اجماع کیا ہے اور جو تم نے طریقہ متعین کیا ہے۔ خلافتِ عثمانی میں حکومت کے جو ماخذ و مصادر تھے وہ ذیل میں درج ہیں:

i۔ اولین مصدر کتاب اللہ

حضرت عثمان نے اپنے عہدِ خلافت میں پہلا مآخذ و مصدر کتاب اللہ قرار دیا۔

ارشادِ ربانی ہے:

"اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْکُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰکَ اللّٰهُ وَ لَا تَکُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا"(۱۷)

(یقیناً ہم نے تمہاری طرف حق کے ساتھ اپنی کتاب نازل فرمائی ہے تا کہ تم لوگوں میں اس چیز کے مطابق فیصلہ کرو جس سے اللہ نے تم کو شناسا کیا ہے اور خیانت کرنے والوں کے حمایتی نہ بنو۔)

حضرت عثمانؓ نے اسی حوالے سے تمام شعبہ ہائے زندگی میں قرآن پاک سے رہنمائی کی اور قرآن پاک کو ہی مشاورت کا پہلا ذریعہ مانا کیونکہ حضرت عثمانؓ کے مطابق قرآن نے مسلمانوں کے لیے حکومت و سلطنت کے تمام اساسیات و مبادیات کو بیان کر دیا ہے۔ جن کی انہیں ضرورت پڑنے والی تھی۔

ii۔ دوسرا مصدر و ماخذ سنتِ رسول ﷺ

حضرت عثمانؓ نے مشاورت اور حکومت کی اساس کا دوسرا مآخذ سنتِ رسول ﷺ کو قرار دیا۔

"السنة المطهرة التى يستمد منها الدستور الاسلامى اصوله، ومن خلالها يمكن معرفة الصيغ التنفيذية و التطبيقية الاحكام القران"(۱۸)

(سنت مطہرہ سے اسلامی دستور اپنے اصول اخذ کرتا ہے اور اسی سنت مطہرہ ہی کی روشنی میں قرآنی احکام کی تنقیدی اور تطبیقی اصولوں کی معرفت ممکن ہے۔)

اس میں معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں بھی سنتِ رسول ﷺ مشاورت کا دوسرا ماخذ تھا۔

iii۔ابو بکرؓ اور عمرؓ کی اقتداء

جب ان دونوں جگہوں سے رہنمائی نہ مل سکے تو حضرت عثمانؓ نے تیسرا ماخذ شیخین کی اقتداء کو قرار دیا یعنی آپؓ کو اگر کسی مسئلے میں رہنمائی نہ معلوم ہوتی تو آپ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت کو دیکھتے اگر اس میں آپ کو اس سے ملتا جلتا کوئی واقعہ مل جاتا تو وہاں سے مشاورت کے ذریعے سے اس مسئلے کا حل لے کر فیصلہ فرمادیتے تھے۔

کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ پاک ہے:

"اقتدوا باللذین من بعدی:ابی بکر و عمر"[۱۹]

(میرے بعد ان دونوں ابو بکر اور عمر کی اقتداء کرنا۔)

حضرت عثمانؓ نے بھی اسی رسول اللہ ﷺ کے قول کے مطابق حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی اقتداء کی اور ان کے عہدِ خلافت کے مطابق اسی طرز پر اپنے عہدِ خلافت کی بنیاد رکھی۔ شورائیت ان دونوں خلفاء کے عہدِ خلافت میں بنیاد تھی۔ حضرت عثمانؓ نے بھی اسی کی اقتداء کی۔

حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت کی اقتداء کرتے ہوئے حضرت عثمانؓ نے بھی مہاجرین و انصار اور اکابر صحابہؓ پر مشتمل ایک مجلسِ شوریٰ تشکیل دے رکھی تھی۔

۳۔حضرت عثمانؓ عہدِ صدیقی اور عہدِ فاروقی کی مجالس شوریٰ کے ایک مستقل رکن

حضرت عثمانؓ خلیفہ اوّل حضرت ابو بکر صدیقؓ اور خلیفہ دوم حضرت عمرؓ کی مجالسِ شوریٰ کے ایک مستقل رکن تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپؓ کو پہلے سے ہی ایسی ٹریننگ مل چکی تھی جو کہ اسلام کو تقویت دینے کے لیے ضروری تھی۔ حضرت عمرؓ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے وزیر اور حضرت عثمانؓ کو جنرل سیکرٹری کی حیثیت حاصل تھی۔

آپ کی رائے حضرت ابو بکرؓ کے یہاں مقدم رہتی۔ جب ارتداد کی تحریک کو حضرت ابو بکرؓ نے کچل دیا تو روم پر چڑھائی کرنے اور مختلف اطراف میں مجاہدین کو روانہ کرنے کا ارادہ فرمایا اور اس سلسلہ میں لوگوں سے مشورہ لینا شروع کیا۔ حضرت عثمانؓ نے اس سلسلہ میں فرمایا آپؓ اس امت کے خیر خواہ ہیں لہٰذا آپ کسی بات کو عام مسلمانوں کے لیے مفید سمجھیں تو اس کو کر گزریں۔ یقیناً آپ پر کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔

اس پر طلحہؓ، زبیرؓ، ابو عبیدہؓ، سعید بن زیدؓ اور مجلس مشاورت میں موجود تمام مجاہدین و انصار نے کہا کہ عثمانؓ نے جو کہا ہے سچ کہا ہے۔ جو آپ مناسب سمجھیں کر گزریں۔[۲۰]

اسی طرح حضرت ابو بکرؓ نے اپنی وفات کے وقت لوگوں سے مشورہ لیا کہ ان کے بعد خلافت کی باگ دوڑ سنبھالنے کے لیے وہ کس کو پسند کرتے ہیں؟ تو لوگوں نے حضرت عمرؓ کے لیے مشورہ دیا اور حضرت عثمانؓ نے بالخصوص ان کے لیے عمدہ رائے پیش کی۔

اسی طرح حضرت عمرؓ کے نزدیک بھی حضرت عثمانؓ کا مقام و مرتبہ انتہائی بلند تھا۔ لوگ جب حضرت عمرؓ سے کچھ منوانا چاہتے تھے تو حضرت عثمانؓ اور حضرت عبد الرحمٰنؓ بن عوف کا سہارا لیتے تھے۔ دور فاروقی میں حضرت عثمانؓ کو ردیف کہا جاتا تھا۔ عربی زبان میں ردیف شہسوار کے پیچھے سوار ہونے والے کو کہتے ہیں اور عرب بادشاہ کے ہم نشین اور ثانی کو ردیف کہتے ہیں۔[۲۱]

حضرت عمرؓ نے بھی تمام تر اہم مہمات کے سلسلے میں مشاورت کی تھی اور حضرت عثمانؓ کی رائے کو خاص اہمیت دی تھی اور ان کی رائے مانی تھی۔ اس میں عراق پر حملے سے پہلے مشاورت، بیت المال سے وظیفہ لینے کے سلسلے میں مشاورت، بیت المقدس فتح کرنے کے سلسلے میں حضرت ابو عبیدہؓ کی دعوت اور اس سلسلہ میں حضرت عمرؓ کو مشورہ دینا اور اسی طرح کے اور مسائل شامل ہیں۔ جن میں حضرت عمرؓ نے آپؓ کی رائے کو اہمیت دی اور مانا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک ایسی برگزیدہ جماعت کے ساتھی رہ چکے تھے۔ جن کا مقصد صرف امت کی بھلائی اور خیر خواہی تھا۔

۴۔ حضرت عثمانؓ کی اکابر صحابہ سے مشاورت

امام بیہقی اپنی سنن میں عبد الرحمن بن سعید سے روایت کرتے ہیں کہ

"أخبرني جدي، قال:رأيت عثمان بن عفان في المسجد اذجاء ه الخصمان، قال لهذا، اذهب فادع عليا، وبلآخر:اذهب فادع طلحة بن عبيد الله والذبير و عبدالرحمن، فجاء وافجلسو، فقال لهما:تكلما، ثم يقبل عليهم فيقول:أشيروا عليّ، فإن قالوا مايوافق رأية أمضاه عليهما، والانظر فيقومون مسلمين، ولا يعلم أن عثمان بن عفان استعمل قاضيا بالمدينه الى ان قتل"[۲۲]

(میرے دادا نے مجھے خبر دی کہ میں نے عثمان بن عفانؓ کو مسجد میں دیکھا کہ جب آپ کے پاس فریقین اپنا مقدمہ لے کر آتے تو آپ ایک فریق سے کہتے جاؤ۔ علیؓ کو بلاؤ دوسرے سے کہتے جاؤ طلحہؓ بن عبید اللہ، زبیرؓ اور عبد الرحمن بن عوفؓ کو بلا لاؤ۔ وہ سب مسجد میں آکر بیٹھ جاتے۔ پھر آپ فریقین سے کہتے اپنا قضیہ بیان کرو۔ پھر ان حضراتِ صحابہؓ سے کہتے مجھے

مشورہ دو۔ اگر یہ لوگ ایسی بات کہتے جو آپ کی رائے کے موافق ہوتی تو اس کے مطابق فیصلہ جاری کر دیتے تھے۔ ورنہ مزید غور و فکر کرتے اور پھر بہ تسلیم و رضا اٹھتے اور یہ معلوم نہیں کہ آپ نے کسی کو مدینہ میں قاضی مقرر کیا ہو۔ یہاں تک کہ آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔)

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ مقدمات کو خود دیکھتے اور اکابر صحابہ سے مشورہ کرتے۔ اگر ان کی آراء آپ کی رائے کے موافق ہوتیں تو فیصلہ صادر فرما دیتے اور اگر ان کے رائے آپ کی رائے کے موافق نہ ہوتی تو اس سلسلہ میں مزید غور و فکر فرماتے تھے اور تحقیق کرتے اور اس کام میں ان کے مشیر ان کے ساتھ ہر وقت شاملِ مشورہ رہتے تھے۔

حضرت عثمانؓ کے عہدِ حکومت میں خواتین کے مناصب

حضرت عثمانؓ نے بھی شیخین کے طریقہ کار پر عمل کرتے ہوئے خواتین سے بھی مشاورت کا عمل جاری رکھا۔

ریاستی و سیاسی معاملات میں عورت کے کردار پر اسلام کے اعتماد کا نتیجہ تھا کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے دورِ خلافت میں ۲۸ھ میں حضرت امِ کلثوم بنت علیؓ کو ملکہ روم کے دربار میں سفارتی مشن پر بھیجا۔

”بعثت أم كلثوم بنت على بن ابى طالب ايى ملكة الروم بطيب و مشارب و احفاش من احفاش النساء وجائت امرأة هرقل وجمعت نساء ها وقالت: هذه هدية امرأة ملك العرب وبنت بنيهم“[۲۳]

(حضرت امِ کلثومؓ بنت علیؓ بن ابو طالب کو روم کی ملکہ کی طرف خوشبو، مشروبات اور عورتوں کے سامان رکھنے کے صندوقچے دے کر بھیجا گیا۔ آپ کے استقبال کے لیے ہرقل کی زوجہ آئی اور اس نے (روم کی) خواتین کو جمع کیا اور کہا: یہ تحفے عرب کے بادشاہ کی بیوی اور ان کے نبی کی بیٹی لے کر آئی ہیں۔)

اس طرح سے آپؓ نے سفارتی مناصب پر عورتوں کی تقرری کی مثال قائم کر دی۔

۶۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے فیصلوں سے استفادہ کی چند مثالیں

یہ بات ایک حقیقت ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے دورِ خلافت میں زیادہ تر اندرونی خلفشار پیدا ہوا اور ان میں زیادہ تر مسائل ایسے تھے جن کا تعلق مسلم ریاست کے اندرونی معاملات سے تھا اور حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں مسلم ریاست کافی وسیع ہو چکی تھی۔ بہت سی اقوام و قبائل نے اسلام قبول کیا تو بہت سارے نئے مسائل سامنے آئے۔ ان مسائل کو حضرت عمرؓ نے شریعت کے قوانین کو مدِ نظر رکھتے ہوئے حل کیا۔ جس وقت حضرت عثمانؓ کی شہادت ہوئی

اس وقت خلافتِ راشدہ عروج پر تھی اور حکومت کے مختلف انتظامی ادارے پوری طرح کام کر رہے تھے۔ اس لیے حضرت عثمانؓ کو نسبتاً کم نئے مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ اس لیے آپؓ نے شیخین کے فیصلوں اور مشاورتی اصولوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کیا اور اسی میں مصلحت سمجھی۔

اس کے بارے میں ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی یوں لکھتے ہیں:

> ”جب حضرت عثمانؓ نے خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالیں تو اس وقت جزیہ کا نظام مستحکم ہو چکا تھا۔ لہٰذا آپؓ نے اس سلسلہ میں ان سارے اداروں کو برقرار رکھا جو ان کے پیش رو خلفاء حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے اس مقصد کے لیے قائم کر رکھے تھے۔“(۲۴)

اس کی کچھ مثالیں ذیل میں ہیں:

> ”زخم موضحہ (وہ زخم جو ہڈی تک پہنچ کر اسے نمایاں کر دے) اگر کسی شخص کی وجہ سے کسی دوسرے فرد کو بلا قصد لگ جائے تو اس کے بارے میں حضرت عمرؓ نے دیت کا فیصلہ کیا تھا۔“(۲۵)

حضرت عثمانؓ نے حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ کو برقرار رکھا اور اس کے مطابق عمل کیا۔

لیکن کچھ فیصلے ایسے تھے جن میں آپؓ نے صدیقی و فاروقی فیصلے کو اختیار کرنے میں بہتری نہ سمجھی۔ مثال کے طور پر حضرت ابو بکرؓ خطبہ دینے کے لیے منبر کی اس سیڑھی سے نیچے کھڑے ہوتے تھے جس پر نبی ﷺ کھڑے ہوتے تھے۔ یعنی وہ ادباً نیچے والی سیڑھی پر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے۔ اسی طرح جب حضرت عمرؓ خطبہ دیتے تھے تو منبر کی اس سے بھی نیچے والی سیڑھی پر کھڑے ہوتے تھے۔ لیکن جب حضرت عثمانؓ نے مسند خلافت سنبھالا تو آپؓ اس سیڑھی پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا جس پر نبی پاک ﷺ دیا کرتے تھے۔ آپؓ کی رائے یہ تھی کہ اس طرح یہ سلسلہ طویل سے طویل تر ہوتا چلا جائے گا۔(۲۶)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگر حضرت عثمانؓ شیخین کے طرزِ عمل پر عمل کرتے تو یہ سلسلہ طویل سے طویل ہو جاتا اور آئندہ کے لیے کتنی دشواری پیدا ہو جاتی۔ اس کا اندازہ لگانا کوئی مشکل بات نہیں ہے۔

عہدِ عثمانی میں باقاعدہ طور پر ”مجلسِ شوریٰ“ موجود تھی جیسا کہ حضرت عمر فاروقؓ کے شہید ہو جانے کے بعد آپؓ کے بیٹے عبید اللہ بن عمر نے جذباتی کیفیت میں ہرمزان اور جفینہ اور ابولولوۃ کی بیٹی کو قتل کر دیا تو حضرت عثمانؓ نے عبید اللہ کا معاملہ مجلسِ شوریٰ میں رکھا اور یہ کہا:

”اشیروا علی فی ھذا الرجل الذی فتق فی الاسلام مافتق یعنی عبید اللہ بن عمر“(۲۷)

(مجھے اس نوجوان عبید اللہ بن عمر کے بارے میں مشورہ دو جس نے حالتِ اسلام میں یہ قتل کر ڈالا ہے۔)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے شیخین کے طرزِ عمل کو اختیار کرتے ہوئے مشاورت سے بھی فیصلے کیے ہیں۔ حضرت عثمانؓ کے دور میں ابتداء میں تو کثرت سے مشاورت ہوتی رہی ہے مگر دور کے آخر میں کبار و اہلِ علم صحابہؓ منتشر ہوگئے تھے تو پھر مشاورت کے مواقع اتنے میسر نہ آسکے۔ اس کے بارے میں استاد زرقاء لکھتے ہیں:

”لکنھم تفرقوا بعد ذلک اواخر خلافۃ عثمان فی الامصار“(۲۸)

(لیکن اس کے بعد خلافتِ عثمانی کے اواخر میں وہ کبار صحابہ و اہل علم اصحاب) مختلف شہروں میں منتشر ہوگئے۔)

حاصل کلام

اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مشاورت کا عمل حضرت عثمانؓ کے دور میں ویسے ہی ہوتا رہا جیسا کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں ہوا۔ آپ کا طرزِ عمل بھی وہی رہا۔ آپ نے پہلے قرآن پھر حدیث اور پھر اپنے سے پہلے خلفاء کے طرزِ عمل کو دیکھا۔ اگر آپؓ نے دیکھا کہ ان کا فیصلہ ہی ان کے عہدِ حکومت کے لیے بہتر ہے تو آپؓ نے وہی فیصلہ نافذ کر دیا بلکہ آپؓ نے شیخین کے بہت کم فیصلے ایسے تھے جن کو خود ذاتی رائے سے تبدیل کیا اور اس میں بھی کوئی نہ کوئی مصلحت ہی پوشیدہ تھی۔

حوالہ جات

۱۔ العسقلانی، ابن حجر، الاالصابۃ فی تمیز الصحابہ، بیروت: دارالعلمیہ، س ن، ص:۴/ ۳۷۷

۲۔ محمد بن سعد، امام الطبقات الکبریٰ، بیروت: دار صادر، س ن، ۳/ ۵۳

۳۔ محمد یحیٰ الاندلسی، التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمان الدوحۃ، مصر: دارالثقافۃ ۱۹۸۰ء، ص:۱۹

۴۔ محمد مسعود، علامہ، حضرت عثمان غنی کے فیصلے، لاہور: اکبر بک سیلرز، س ن، ص:۲۲

۵۔ العینی، بدرالدین، علامہ، عمدۃ القاری، دمشق، دارالحافظ ۱۴۲۰ھ، ص:۶/ ۲۰۱

۶۔ عباس، محمود القصاد، عثمان بن عفان ذوالنورین، السعودیہ: کتب اسلامیہ، ۱۹۹۰ء، ص:۷۹

۷۔ راغب اصفہانی، امام، مفردات القران (مترجم اردو: فیروز پوری، علی محمد عبدہ، مولانا)، پاکستان، شیخ شمس الحق، اقبال ٹاؤن لاہور: جون ۱۹۸۷ء، ص:۱/ ۵۵۹

۸۔ زین العابدین، میرٹھی، قاضی، قاموس القران، کراچی: اردو بازار، س ن، ص:۲۹۷

۹۔ نعمانی، محمد عبدالرشید، مولانا، لغات القران، کراچی: دارالاشاعت، اردو بازار، نومبر ۱۹۸۶ء، ص:۲۹۴

۱۰۔ ابن فارس، احمد بن فارس بن زکریا، امام، معجم مقابیس اللغۃ، بیروت: مکتبہ دارالفکر، ۱۳۹۹ھ، ص ۳/ ۲۲۶

۱۱۔ عبدالرحمن عبدالخالق، یوسف، شیخ، الشوری فی ظل نظام الحکم الاسلامی، کویت: مکتبہ دارالقلم، س ن، ص:۴۷

۱۲۔ زبیدی، محب الدین، السید محمد مرتضیٰ الحسینی الوسطی الحنفی، علامہ، تاج العروس من جواھر القاموس، بیروت: مکتبہ دارالھدیۃ، س ن، ص:۱۲/ ۲۵۷، ۲۵۲

۱۳۔ سانو، محمد مصطفی، قطب، ڈاکٹر، معجم مصطلحات اصولِ فقہ، دمشق: مکتبہ دارالفکر، س ن، ص:۲۵۱

۱۴۔ الزحیلی، وھبۃ، الشوری فی الاسلام، عمان، مکتبہ المجمع الملکی بحوث الحضارۃ الاسلامیۃ، س ن، ص:۲/ ۴۸۷

۱۵۔ ایضاً، ص:۲/ ۴۸۸

۱۶۔ طبری، ابوجعفر محمد بن جریر، امام، تاریخ طبری، بیروت: دارالتراث العربی، س ن، ص:۵/ ۴۴۳

۱۷۔ النساء:۱۰۵

۱۸۔ الصلابی، علی محمد، تبصیر المومنین بفقہ النصر والتمکین فی القرآن الکریم، شارقہ: مکتبہ الصحابہ، ۱۴۲۱ھ، ص:۴۳۲

۱۹۔ الالبانی، محمد ناصر الدین، صحیح السنن الترمذی، الریاض: مکتبہ التربیۃ العربی الاوّل الخلیج، ۱۴۰۸ھ، ص:۳/ ۲۰۰

۲۰۔ ابن عساکر، تاریخ دمشق، دمشق: مکتبہ ادارہ نشر المجلس العلمی، س ن، ص:۲/ ۶۳

۲۱۔ طبری، ابوجعفر محمد بن جریر، امام، تاریخ طبری، ص:۴/ ۸۳

۲۲۔ بیہقی، احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ، ابوبکر، امام، السنن الکبری، مکہ مکرمہ: دارالباز، ۱۴۱۴ھ، ص:۲/ ۱۱۲

۲۳۔ طبری، ابو جعفر محمد بن حریر، امام، تاریخ الامم والملوک، بیروت: دارالفکر، ۱۹۸۷ء، ص: ۲/ ۶۰۱
۲۴۔ محمد رواس قلعہ جی ڈاکٹر موسوعہ فقہ عثمان بن عفانؓ، بیروت: مکتبہ دارالنفائس، ۱۹۹۱ء، ص: ۹۵
۲۵۔ عبدالرزاق بن ھمام، امام، المصنف، بیروت: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ، ص: ۹/ ۳۱۰۔۳۰۹
۲۶۔ امام ابنِ کثیر، البدایۃ والنھایۃ، قاہرہ: دارالریان، ۱۹۸۸ء، ص: ۷/ ۱۴۸
۲۷۔ ابن حزم، الاندلسی، ابو محمد علی بن احمد بن سعید، المحلی بالآثار، بیروت: دارالکتب العلمیہ، س ن، ص: ۱۱/ ۱۱۴
۲۸۔ زرقاء مصطفی احمد، المدخل الفقہی العام، بیروت: دارالفکر، ص: ۱/ ۶۶۔۶۵